علم واخلاق کا متاثر کن امتزاج

’’بائبل کے ریسرچ اسکالر؟‘‘

محترم عبدالستار غوری کا تعارف سنتے ہی خوش گوار حیرت ہوئی۔

ان کے زیر تحقیق موضوع ہے:

’’بائبل میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پیشین گوئیاں‘‘

یہ سنا تو ملاقات کی خواہش نے شدت اختیار کر لی۔ تمنا پوری ہوئی تو خوش گوار حیرت میں مزید اضافہ ہوا۔ اتنے بڑے عالمی سطح کے اسکالر، مگر تصنع سے بالکل پاک۔ کم علموں کو مرعوب کرنے کے خبط سے پوری طرح آزاد۔ علمی تکبر کا نام ونشاں نہیں۔ آواز نرم، لہجہ دھیما، لباس سادہ۔ ان کے مخصوص علم اور موضوعات کے ساتھ ساتھ شخصیت نے بھی متاثر کیا۔ علم واخلاق کا متاثر کن امتزاج۔

پھر وقتاً فوقتاً ملاقاتوں کا سلسلہ قائم رہا۔ ان سے سیکھتے رہے۔ ان کی باتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ایمان میں اضافہ ہوتا۔ جس شخص نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ پڑھ رکھا ہو کہ آپ کا چہرہ طلوع ہوتے ہوئے سورج کی مانند تھا، یعنی سرخ وسفید تھا۔ آپ کے بال روشن اور سیاہ تھے۔ ان میں ہلکا سا گھونگر تھا۔ دنیا سے رخصت ہونے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور ڈاڑھی، دونوں میں بیس سے زیادہ سفید بال نہ تھے۔ اس کے بعد جب غوری صاحب بائبل میں درج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل بیان کریں کہ میرا محبوب سرخ وسفید ہے۔ وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفیں پیچ در پیچ

اور کوے سی کالی ہیں، ان میں ہلکا سا گھونگر ہے اور وہ ملک عرب کا باشندہ ہے۔ اس کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کسی طرح ممکن نہیں، کیونکہ بائیبل کی کتاب ''مکاشفہ'' میں صاف لکھا ہے کہ ''اس کا سر اور بال سفید، بلکہ برف کی مانند سفید تھے۔'' تو ایمان میں اضافہ کیوں نہ ہو۔

افسوس! ملائیت کے پھیلائے ہوئے تعصب نے مسلمانوں کو بائیبل کی روشنی سے دور کر رکھا ہے۔ تورات و انجیل، جن کا ذکر قرآن مجید میں ___ جنھیں ماننا ایمان کا تقاضا ___ مسلمان دنیا جہاں کی کتابیں پڑھتے ہیں، مگر تورات و انجیل نہیں۔ کاش، اہل تقلید و جمود غوری صاحب کا کام دیکھیں تو انھیں معلوم ہو کہ یہ آسمانی کتابیں بھی کیسے اہل زمیں کو بلند کرتی ہیں۔

حقیقت میں تُرک، مگر برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے بانی کے طور پر شہرت پانے والے ظہیر الدین بابر نے اپنی تُرک زبان میں لکھی ہوئی کتاب ''تزک بابری'' میں برصغیر پاک و ہند کی معاشرہ پیمائی کی۔ لکھتے ہیں: ''یہاں کے لوگ ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور نہ دوستی اور اختلاط سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ ان کے خاندان بھی آپس میں گھل مل کر نہیں بیٹھ سکتے۔ یعنی ان میں معاشرتی لطف اندوزی نہیں ہے۔''

بابر کی یہ رائے ہمارے سامنے ہو اور اس کے بعد اہل علم و تحقیق کا مشاہدہ کیا جائے تو وہ مزید آدم بے زار دکھائی دیتے ہیں۔ شاید ان کے کام کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ وہ انسانوں کے بجائے کتابوں کی ہم نشینی سے زیادہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔ مگر غوری صاحب ایک بڑے صاحب علم و تحقیق ہونے کے باوجود اپنے اندر معاشرتی لطف اندوزی کا قابل ذکر وصف رکھتے تھے۔ وہ چھوٹے چھوٹے بہانوں سے احباب، بلکہ دفتر کے تمام کارکنوں کے لیے کھانے کی دعوت کا اہتمام کرتے رہتے تھے۔ یوں وہ خشک علمی ماحول میں معاشرتی رنگ بھرتے رہتے تھے۔ یہ بجا طور پر ایک پیغمبرانہ وصف تھا جو علمی لوگوں میں کم کم ہوتا ہے۔

آہ! غوری صاحب اب ہم میں نہیں رہے۔ ان کی باتیں ہیں، یادیں ہیں اور ان کے غیر معمولی علمی کام۔ وہ ہمیں چھوڑ کر رفیق اعلیٰ کی رفاقت حاصل کر چکے۔ قوی امید ہے کہ رفیق اعلیٰ نے دنیا میں لوگوں کو معاشرتی لطف اندوزی مہیا کرنے والے کو برزخی لطف اندوزی مہیا کر رکھی ہو گی۔

___ محمد بلال

(سابق نائب مدیر، ماہنامہ اشراق)